HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 2 Issue 1 (Oct-Dec 2024)

رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کے اسالیبِ نرمی و سختی: اصلاح اور رہنمائی میں توازن کا تجزیہ

The Methods of Softness and Firmness in the Guidance of Prophet Muhammad (PBUH): An Analysis of the Balance between Reform and Guidance

Farida Noreen
Doctoral Candidate Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore,
Visiting Lecturer Islamic Studies, University of the Education, Lahore
faridanoreen53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0009-5486-4510

Hafiz Muhammad Abdullah
PhD Scholar, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore / SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK, hafizmuhammadabdullah53@gmail.com,
https://orcid.org/0009-0001-7167-8164

Muhammad Naimat Ullah
PhD Scholar, Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore / Librarian, Govt. Mines Labour Welfare Boys Higher Secondary School, Makerwal Mianwali
Email: muhammadnaimatullah53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0004-9412-1686

Abstract

This study explores the methods of gentleness (softness) and firmness employed by Prophet Muhammad (PBUH) in his guidance and leadership, examining how he effectively balanced these two approaches to address both individual and societal challenges. The paper highlights key incidents from the Seerah, supported by Qur'anic verses and Hadith, demonstrating how the Prophet's actions and words reflected a strategic blend of compassion and firmness tailored to each specific situation. Through this balanced approach, the Prophet not only addressed immediate concerns but also established enduring principles for moral and ethical conduct. The research further investigates the impact of these methods on the companions of the Prophet (PBUH), exploring their long-lasting influence on Islamic governance, social relations, and personal development. By analyzing these aspects, the paper seeks to uncover the profound wisdom behind the Prophet's leadership style and its relevance to modern-day contexts, such as leadership, education, social reform, and da'wah. The study also raises key research questions, including: In what situations did the Prophet Muhammad ﷺ adopt gentleness (ḥilm, raḥma, leniency), and what were the outcomes of such an approach? Under what circumstances did the Prophet ﷺ apply firmness (ʿazīmah, corrective severity, legal resolve), and what was the underlying wisdom behind it? Was gentleness the dominant trend in the Prophet's ﷺ conduct, and if so, why did it take precedence over firmness? What do the Qur'an and authentic Hadith reveal about the principles and limits of prophetic gentleness and firmness? Finally, the research explores the application of this prophetic balance in contemporary contexts and reflects on the teachings of food and quality management, as mentioned in the Qur'an, providing insights into the Islamic perspective on quality management of food and drink.

Keywords: Prophet Muhammad, gentleness, firmness, Seerah, Qur'an, Hadith, leadership

CC BY

تمہید:

حضرت محمد ﷺ کی زندگی اور اس کے اسالیب رہنمائی ایک ایسا موضوع ہے جس پر مسلسل تحقیق کی جاتی رہی ہے۔ آپ ﷺ کی قیادت اور رہنمائی کے مختلف پہلوؤں میں نرمی اور سختی کا توازن ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر نرمی (حلم، رحمت، نرم دلی) اور سختی (عزم، اصلاحی سختی، قانونی فیصلے) کا استعمال کیا تاکہ آپ کی رہنمائی اور اصلاح کا پیغام ہر فرد تک پہنچ سکے۔ ان دونوں خصوصیات کو استعمال کرتے ہوئے، آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کی اصلاح کی، معاشرتی نظام میں تبدیلی لائی، اور ایک ایسی معاشرتی و اخلاقی بنیاد قائم کی جس پر اسلامی معاشرتی ڈھانچہ قائم ہوا۔ یہ تحقیق اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نرمی اور سختی کو کس طرح متوازن طور پر استعمال کیا تاکہ وہ اپنے پیغام کو مؤثر طریقے سے پہنچا سکیں۔ قرآن اور حدیث میں موجود مختلف واقعات اور اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تحقیق اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے کس مقام پر نرمی کا اختیار کیا اور کب سختی کی ضرورت پیش آئی۔ اس مطالعے کا مقصد اس بات کو سمجھنا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ کی رہنمائی میں نرمی اور سختی کا یہ توازن انسانی اصلاح، رہنمائی اور رہنمائی کے اصولوں کی بنیاد بنا۔ اس تحقیق میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کی اس حکمت عملی نے نہ صرف آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متاثر کیا، بلکہ اس کا دور رس اثر اسلامی حکومت، معاشرتی تعلقات اور فردی ترقی پر بھی پڑا۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کا یہ توازن آج کے دور میں کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے، خاص طور پر قیادت، تعلیم، سماجی اصلاحات اور دعوت کے میدانوں میں۔ اس تحقیق میں نرمی اور سختی کے اس نظریے کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں مختلف حوالوں اور واقعات کے ذریعے اجاگر کیا جائے گا تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ یہ توازن کس طرح موجودہ معاشرتی اور اخلاقی مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے۔

تعارف

'رفق "عنف کی ضد ہے اور اس کے معنی ہیں نرمی و ملائمت اور فروتنی کا رویہ اختیار کرنا اپنے ساتھیوں کے حق میں مہربان نرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور ہر کام اطمینان و خوش اسلوبی سے کرنا۔ "حیاء" سے مراد شرمندہ اور محجوب ہونا اور حیاء دراصل اس کیفیت کا نام ہے جو کسی انسان پر عیب برائی کے خوف و ندامت کے وقت طاری ہو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہترین حیاء وہی ہے جو نفس کو اس چیز میں مبتلا ہونے سے روکے جس کو شریعت نے بری قرار دیا ہے۔ حضرت جنید کا یہ قول کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی نعمتوں کے حاصل ہونے اور ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے کی وجہ سے وحشت کے ساتھ دل میں پائی جائے اور حضرت رقاق کا قول یہ ہے کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے درخواست و طلب سے باز رکھتی ہے۔ " حسن خلق "یعنی خوش خلقی یا اچھے اخلاق کا سب سے واضح مطلب یہ ہے کہ اس چیز کی اتباع و پیروی کی جائے جس کو خاتم النبیین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کی طرف سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے یعنی شریعت، آداب طریقت اور احوال حقیقت و معرفت۔

چنانچہ جب حضرت عائشہ (رض) سے پوچھا گیا کہ اللہ نے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ آیت (**و انک لعلی خلق عظیم**)۔ تو آپ کے وہ اخلاق کیا تھے جن کو خلق عظیم کہا گیا ہے حضرت عائشہ (رض) نے جواب دیا کہ " آپ کا خلق قرآن کریم ہے یعنی قرآن مجید میں اچھی خصلتیں اور اعلی اوصاف بیان کئے گئے ہیں خواہ ان کا تعلق اللہ کی نافرمانی سے ہو یا مخلوق اللہ کے ساتھ بد معاملگی سے آپ ان سب سے اجتناب فرماتے تھے رہی اتباع درجات کی بات تو ظاہر ہے کہ اتباع بقدر محبت و توفیق متابعت کے حاصل ہوتی ہے یعنی جو شخص نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت سے جتنا زیادہ سرشار ہوتا ہے اس کو اتباع کرنے کی جس قدر توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اتنا ہی زیادہ اور اسی قدر اتباع بھی کرتا ہے اور جس شخص کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا جتنا کم حصہ ہوتا ہے اور اتباع کرنے کی جس قدر کم توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اتباع میں اسی قدر پیچھے رہتا ہے "۔[1]

آنحضور محمد ﷺ کا باہمی گفتگو کا اسلوب:

آنحضور ﷺ باہمی گفتگو کے انداز میں صحابہ کے فکر و عمل کو کس طرح جلا بخشتے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

رسول خدا فرماتے ہیں کہ **أتدرون من المسلم** "تم جانتے ہو مسلمان کون ہے؟ "صحابہ کرام نے جواب دیا کہ **اللہ ورسولہ أعلم** "اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے "۔ رسول خدا فرماتے ہیں کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ** "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں "۔[2]

ایک بار آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا :

"کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور کوئی شخص روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس پر مَیل باقی رہ سکتا ہے؟ " صحابہ کرام نے عرض کیا : "کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس پر ذرا بھی میل باقی نہیں رہے گا "۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے "۔[3]

جس طرح آپ ﷺ سوال کر کے مخاطبین کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے اور پھر کوئی حقیقت ان کے ذہن نشین کرا دیتے اسی طرح آپ ﷺ اپنے مخاطبین احباب و رفقاء کو بھی سوالات کرنے کا موقع دیتے تاکہ ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے شکوک و شبہات بھی دور کیے جا سکیں اور اگر وہ کسی مسئلہ میں رہنمائی چاہیں تو دی جا سکے، اسی طرح گفتگو کرنے والے کو پوری طرح مطمئن کرتے۔ احادیث کی کتابوں میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجلس میں سوالات کرنے کا ماحول بنایا پھر آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے تسلی بخش جوابات دیتے۔ آپ ﷺ سوال کرنے کا کس قدر موقع دیتے اس کا اندازہ اس باہمی گفتگو سے ہوتا ہے۔

OPEN ACCESS

ایک دن نبی کریم ﷺ نے خاندانِ بنی ہاشم کو جمع کیا تاکہ باہمی گفتگو سے انہیں اسلام کی دعوت دی جاسکے جب وہ سب جمع ہو گئے تو ابو لہب نے الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنا مدعا نہ بیان کر سکے اگلے دن پھر سب کو دعوت دی آپ ﷺ نے ان سے خطاب فرمایا۔ محمد منیر نے ان کا یہ خطاب کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

"میں تمہارے لیے بالخصوص اور عامتہ الناس کے لیے بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں آپ ﷺ نے ذکر موت، فکر آخرت اور اعمال خیر و شر کے انجام، جنت و دوزخ کا ذکر کیا اور پوچھا کہ اس دعوت میں تم میں سے میرا ساتھ کون دے گا؟ حضرت علیؓ جو ابھی نو عمر ہی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا"۔[4]

نبی اکرم ﷺ کا عبرت آموز گفتگو (حوار):

نبی اکرم ﷺ کا غزوہ حنین میں انصار سے حوار یا باہمی گفتگو انتہائی عبرت آموز ہے۔ عبد الحنان زاہد کہتے ہیں۔

مال غنیمت آپ ﷺ نے قریش کے نو مسلموں میں تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ بھی نہیں دیا۔ انصار کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہوا کہ فتوحات ہم نے کی ہیں اور آپ ﷺ نے سارا مال قریش کو دے دیا ہے چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں سعد بن عبادہ شکایت لے کر دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے کہ قوم یہ کہتی ہے"۔[5]

آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد بن عبادہؓ! آپؓ کا کیا خیال ہے؟ سعد نے عرض کیا کہ "میں بھی اسی قوم کا فرد ہوں" امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے واقعہ کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، "تم گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت دی تم فقیر تھے میرے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا تم دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تمہارے دلوں میں محبت و الفت ڈال دی۔ اے جماعت انصار تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ "انصار کہنے لگے: "ہم کیا جواب دیں؟ تمام فضل و کرم اور احسان و نعمت یقیناً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی مرہون منت ہے"۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اصل مسئلہ کی حقیقت کو واضح فرمایا کہ بحمد للہ تم تو سچے ایماندار ہو اور میں نے یہ دنیا کی دولت صرف ان کو دے دی ہے جو ابھی نئے مسلمان ہوئے ہیں، انکی تالیف قلبی کی ہے کہ وہ ایمان و اسلام میں پکے ہو جائیں اور کیا آپ کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ مال و متاع کے ساتھ گھروں کو لوٹ رہے ہیں اور تمہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور رفاقت کا شرف حاصل ہے اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو لے کر جا رہے ہو یہ ایسی پر تاثیر گفتگو اور حوالہ تھا کہ انصاریوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور داڑھیاں بھیگ رہی تھیں۔[6]

الغرض ایک پیدا ہونے والی خلش اور غلط فہمی کو ایسے حکیمانہ گفتگو سے دور فرمایا کہ منفی اثرات کی بجائے مثبت اثرات اور ایمان میں پختگی نصیب ہوئی۔

عبد الحنان زاہد لکھتے ہیں کہ "اسی طرح بسا اوقات مخاطب اپنی کج فہمی، کم علمی اور جہالت کی بنا پر انتہائی گراہوا سوال کر دیتا ہے تو ایک سمجھ دار داعی کا کام یہ ہے کہ حسن کلام اور حکمت کے ساتھ اسکی اصلاح کرے اس کے بغیر کوئی دوسرا طریقہ موثر ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اعرابی و گنوار لوگوں کا آقا کی خدمت میں حاضر ہونا اور تلخ و کج گفتگو کرنا اور اسکے مقابلے میں آپ ﷺ کا حکیمانہ اسلوب گفتگو اور مکالمہ کہ وہ جاہل گنوار کائنات کے رہنما اور مربی بن گئے ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے"۔[7]

چنانچہ حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے بدکاری کی اجازت دے دیجیے۔ صحابہ کرامؓ نے اسکے سوال کی قباحت پر تعجب کرتے ہوئے اسے ڈانٹا، لیکن نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو روکا اور اسے اپنے قریب کر کے نہایت حکیمانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اس سے پوچھا: (أتحبه لأمک) "کیا تم ایسی بدکاری کا فعل اپنی ماں سے پسند کرتے ہو۔؟" نوجوان: ہر گز نہیں ۔ رب کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو پھر لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ بدکاری پسند نہیں کرتے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "(أتحبه لابنتک) ایسا فعل تم اپنی بیٹی سے پسند کرتے ہو؟" نوجوان: ہر گز نہیں ۔ رب کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگ بھی تو اپنی بیٹیوں کے لیے ایسا ہر گز پسند نہیں کرتے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (أتحبه لأختک) کیا یہ بدکاری تم اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے کہا: ہر گز نہیں رب کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ لوگ بھی تو اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھتے ہوئے دعا فرمائی: اللهم اغفر ذنبه وطهّر قلبه وحصن فرجه۔ "اے اللہ اس کا گناہ معاف فرما دے اس کے دل کو صاف کر دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما"۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ نوجوان ایسی چیزوں کی طرف دھیان بھی نہیں کرتا تھا"۔[8]

ایسے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ اس لیے آداب و اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے حوار (باہمی گفتگو) بڑے اچھے طریقے سے ہو سکتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا اُسلوبِ دعوت اصلاح:

حضرت محمد ﷺ کے اُسلوب دعوتِ اصلاح میں صبر واستقامت اور عملی کردار کے ذریعے، انسانیت کی نفسیات مدد اور رہنمائی کے ذریعے، عفو و درگزر، تحمل وبُردباری کے ذریعے، جامع گفتگو اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعے آپ ﷺ کی خصوصیات کی وضاحت کی گئی ہے۔

صبر واستقامت:

OPEN ACCESS

حضرت محمد ﷺ نے اپنی دعوتی مساعی میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا مگر آپ ﷺ نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ چونکہ مکہ کے اندر مسلمان بے سروسامانی کی حالت میں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مشرکین سے ٹکر لینے کی بجائے صبر واستقامت کا مظاہرہ کرو۔ حکم الٰہی ہوا :كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ[9] "تم اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔"

عملی نمونہ پیش کرنا:

آپ ﷺ نے اپنی دعوت اصلاح کے دوران لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا۔ کسی امر کا امت کو حکم دینے سے قبل خود اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ امت کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا مگر خود آٹھ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ تہجد، اشراق اور چاشت کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ امت کو رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا مگر خود رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کام کیا۔ غرض زندگی کے ہر وہ شے میں آپ ﷺ کی عملی مثال اور نمونہ موجود ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسی نمونہ کے مطابق اپنا نظام زندگی استوار کریں۔ اسی بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۞10 "بے شک تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے جو اللہ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید کرتا ہوں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہوں "۔

لوگوں کی مدد اور رہنمائی:

نبی کریم ﷺ کی دعوت اصلاح کا ایک انداز یہ تھا کہ جب راستے میں مختلف لوگوں سے ملتے اور کسی کو مدد کی ضرورت ہوتی تو اس کی مدد کرتے۔ بوڑھے مسافروں کا سامان ان کے گھر تک چھوڑ کر آتے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے۔ جن کے گھر میں جانوروں کا دودھ دوہنے والا کوئی نہ ہو تا روزانہ ان کے گھر جا کر دودھ دوھ کر دیتے۔ خدمت خلق کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دیتے۔ بہت سے لوگ آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے۔

انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھنا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت میں مخاطب کی اصلاح کے لیے ہمیشہ نفسیات انسانی کے مسلمہ حقائق کو پیش نظر رکھا در حقیقت آپ ﷺ نے اس سلسلے میں وہ اصول دیئے ہیں جو رہتی دنیا تک کے مبلغین کے لیے بہترین اور کامل نمونہ ہیں آپ ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:ٙ إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"معلمانہ کردار ادا کرنے کے لیے نفسیات انسانی کے بنیادی پہلوؤں کو جانب ضروری تھا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ تمام اصول سکھلا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انسانی نفسیات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے مالامال کیا تھا۔ آپ ﷺ کسی سے ملاقات فرماتے تو چند ہی لمحوں میں اس کے مزاج فہم و شعور کی استعداد کا اندازہ فرمالیتے اور پھر اسی تجزیئے کے مطابق اس سے کلام فرماتے۔

لوگوں کی استعداد کے مطابق گفتگو:

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تبلیغی پالیسی اسی اصول پر مرتب فرمائی کہ:كلموا الناس على قدر عقولهم "انسانوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو۔" چنانچہ اسلوب تبلیغ میں ہم یہ اصول بچوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اپنے جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین سے کچھ ارشاد فرماتے ہوئے اور غیر مسلموں سے بحث فرماتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ ہر موقع و محل کی مناسبت سے مختلف انداز اختیار فرمایا۔

حضوراکرم ﷺ کا اپنا بیان مبارک ہے :"نحن معاشر الأنبياء أمرنا أن نكلم الناس على قدر عقولهم ۔" "ہم گروہ انبیاء کرام علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق بات کیا کریں۔"مسبع و مقفع الفاظی زبان درازی باچھیں کھول کر اور گلہ پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرنا باتوں کو خواہ مخواہ پھیلانا بھی حضور ﷺ کو ناپسند تھا آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ البَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِه كما يَتَخَلَّلُ الأَبَاقِرُ۔11 "اللہ کو وہ فصیح و بلیغ خطیب ناپسند ہے جو اپنی زبان سے یوں چرتا ہے جس طرح گائے چرتی ہے۔"

جبر سے اجتناب:

نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی دوسروں پر اپنی بات ٹھونسی نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا پیغام حکیمانہ اور دلنشین انداز میں پیش کر کے دعوت دین دی۔ دعوت کو قبول یا رد کرنے کے سلسلے میں مخاطب پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ہمارے دین نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۞12 "دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں، سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہو چکی ہے۔"

عفو و درگزر:

عفو و درگزر اور حلم و بردباری بھی تبلیغ دین میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک موثر طرز عمل تھا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا کہ ایک داعی حق کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ عفو و درگزر اور صبر و تحمل سے کام لے۔ اس سے معاشرے کے اندر کھچاؤ اور تناؤ کا ماحول پیدا نہیں ہونے پائے گا۔ دعوت جس کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ فضا میں کھچاؤ نہ ہو بلکہ رواداری کا رجحان ہو۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

cc BY

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِۦ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿﴾13

"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔ آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔"

حضور ﷺ نے اس تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کا مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر فرمایا جس کے نتیجے میں جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اسی موقع کے حوالے سے سورۃ النصر نازل ہوئی کہ "آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسی واقعے کو بھی اسی عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ کہ "ایک شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اس نے دست درازی کا موقع پایا اور آپ ﷺ پر تلوار تان کر کہنے لگا کہ مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میرا اللہ مجھے بچائے گا" یہ سن کر وہ کافر کانپنے لگا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اب تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا کوئی نہیں۔ حضور ﷺ نے اسے تلوار واپس کر دی اور فرمایا: جا میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ وہ اس طرز عمل سے اس قدر خوش ہوا کہ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور کہنے لگا کہ اب میں اپنے قبیلے میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں گا "۔[14]

موقع و محل کی مناسبت سے استدلال:

موقع کی مناسبت سے بات کر کے مخاطب کر متاثر کرنا اور بات کو موثر طور پر ذہن نشین کروانا۔ حضور اکرم ﷺ کے طریق ابلاغ کا اہم اصول ہے۔ باقلانی اعجاز القرآن میں ہے کہ آپ ﷺ ایک روز عصر کی نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سورج غروب ہونے لگا۔ آپ ﷺ کا موضوع گفتگو دنیا کی بے ثباتی تھا۔ موقع کی مناسبت سے آپ ﷺ نے فرمایا: **إنه لم يبق من دنياكم هذه فيما مضى إلا كما بقي من يومكم هذا فيما مضى منه.** دنیا کی گذشتہ عمر کے مقابلے میں اب اس کی عمر کا اتنا حصہ باقی رہ گیا جتنا آج کے دن کے گذشتہ وقت کے مقابلے میں اب غروب آفتاب کے وقت پر وقفہ رہ گیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور قرب قیامت کے لئے یہ بہت عمدہ اور بر محل مثال تھی۔ غزوہ حنین کے موقع پر قربانی اور انفاق کی ترغیب دے رہے تھے اس موقع پر انصار مدینہ کی قناعت پسندی کو بنیاد بنا کر سوال و جواب کے انداز میں اپنے خطبہ کو موثر بنا دیا۔[15]

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کہتے ہیں کہ مکہ کے لوگ آپ ﷺ کی صداقت وامانت کے معترف تھے۔ آپ ﷺ ان کے سامنے اپنا پہلا خطاب ارشاد فرمایا تو اسی پس منظر کو بنیاد بنا کر ان سے پوچھا: **هل وجدتمو اني او صادقا ام كاذبا.**[16] "کیا تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟ " ان سب کا جواب ایک ہی تھا۔ حضور ﷺ کے اس انداز نے کئی لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کو اتار دیا۔ یہ خطبہ بڑا مختصر مگر دل میں اتر جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تمہید کے بعد ابن الاثیر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی خبر لانے والا اپنے خاندان سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اللہ کی قسم اگر میں دنیا کے تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا بھی تو تم سے پھر بھی جھوٹ نہ بولتا۔ اگر تمام دنیا سے دھوکہ کر بھی لیتا تو تم سے کبھی دھوکا نہ کرتا۔"[17]

اس خطبے نے گہرے اثرات مرتب کیے اور اس کے الفاظ اور مضمون کو آج بھی تحریر و بیان کا شاہکار سمجھا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نہ تو طویل تقریر فرماتے کہ لوگ اکتا جائیں اور نہ ہی موقع بے موقع تقریر فرماتے بلکہ آپ ﷺ اختصار سے بھی کام لیتے اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھتے کہ سننے والا اس وقت سننے کی خواہش بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ "وہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں روزانہ درس دیا کریں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایسا اس لیے نہیں کرتا کہ تم لوگ اکتا جاؤ گے۔ میں اس سلسلے میں اسی طرح تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح نبی اکرم ﷺ ہمارا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہمارے اکتا جانے کا خیال فرماتے "۔[18]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایک روایت موجود ہے کہ انہوں نے عکرمہ سے کہا کہا کہ تم ہفتہ میں ایک مرتبہ درس دیا کرو۔ اگر لوگ پسند کریں تو ہفتہ میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ درس دو۔ اس سے زائد لوگوں کو تنگ نہ کرو۔ اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں نہ پاؤں اس حالت میں کہ تو کسی قسم یا جماعت کے پاس جائے اور وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں اور تو ان کی باتوں کو منقطع کر کے انھیں وعظ و نصیحت شروع کر دے اور اس طرح تو ان کے لیے کرانی طبع کا باعث بنے ایسی حالت میں تجھے چاہیے کہ تو خاموش رہے البتہ اگر وہ تجھ سے وعظ و نصیحت کی خواہش کریں تو تو پھر ان کے سامنے حدیث بیان کر (اپنی بات بیان کر) اور اتنی ہی دیر ان سے بات کر جتنی دیر وہ بات سننے کی خواہش کریں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ عنہم اجمعین سے یہ معلوم کیا ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔" حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ تقریر میں بڑے اختصار سے کام لیا لوگوں نے خواہش کی کہ آپؓ کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے جواب دیا:

أمر النبيﷺ بإطالة الصلاة وتقصير الخطبة. "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نماز کو طول دے کر پڑھو اور خطبات مختصر رکھا کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ اصولی راہنمائی فرمائی کہ **"خير الامور اوسطها"** یعنی بہترین کام وہ ہیں جن میں اعتدال پایا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے جو خطبات صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں، ان میں اختصار و جامعیت کا پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ یہی طریق فطری بھی ہے اور اسی میں انسان سہولت محسوس کرتے ہیں ورنہ لمبی چوڑی تقاریر، مقرر کی شعلہ بیانی تو ہو سکتی ہے لیکن لوگوں کے لئے تنگی کا باعث ہے اور عملی طور پر اس کے اثرات بھی کم ہوتے ہیں۔ تبلیغ دین کے نبوی ﷺ اصولوں میں اخلاق حسنہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں فرمایا:

CC BY

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۝19

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں۔"

اس حوالے سے قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کے مومنوں کے بارے میں طرز عمل کے بارے بیان کیا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝20

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

قول و فعل میں یگانگت:

آپ ﷺ کی تبلیغ کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں قول و فعل مکمل مطابقت دکھائی دیتی ہے۔ ایک مبلغ کی راہ میں ایک بھاری پتھر یہی ہوتا ہے کہ اس کے قول و فعل کے تضاد کو لوگ ابھار کر اس کی زبان بند کر دیتے ہیں اور وہ لاجواب ہو جاتا ہے اس کے مقابلے میں حضور ﷺ کی دعوت کی بنیاد ہی قول و فعل کی مطابقت پر تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے پہلے ہی خطاب میں اپنی زندگی ان کے سامنے رکھی تھی کہ تم نے مجھے سچا پایا یا برعکس؟ سب کا جواب ایک ہی تھا کہ آپ ﷺ ہم میں سے سب سے زیادہ صادق اور امین ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے تم پر ایک لشکر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم مان جاؤ گے؟

سب نے یہی جواب دیا کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ چنانچہ اس کی بنیاد پر دعوت توحید پیش کی۔ اسی کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝21

"میں نے اپنی پہلی زندگی تمھارے میں گزاری۔ کیا تمھیں عقل نہیں ہے؟"

یعنی تم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اگر میں اس سے قبل غلط بیانی کرنے والا نہیں تھا تو اب میں کس طرح ایک کتاب گھڑ کر اسے اللہ کی طرف منسوب کر سکتا ہوں؟

تبلیغ میں اخلاق حسنہ کا مظاہرہ:

آپ ﷺ کا تبلیغ میں اخلاق حسنہ کا مظاہرہ اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے جس کی نظیر ہی پہلے نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق سے ہی کئی افراد کو دائرہ اسلام میں داخل فرمایا، ڈاکٹر حمیدُاللہ اپنے خطبات میں بتاتے ہیں کہ

> آپ ﷺ کے حسن اخلاق اور تبلیغ دین میں اس کے اثرات کا اندازہ حضور ﷺ کے ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے در دولت پر ایک اجنبی شخص آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا کھلا دیا اور رات بسر کرنے کے لئے جگہ دی لیکن یہ شخص بدنیتی سے آیا تھا وہ شخص بستر پر غلاظت کر کے لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل ہی بھاگ گیا لیکن اپنی تلوار وہیں چھوڑ گیا جب دور نکل گیا تو یاد آیا میں اپنی تلوار تو وہیں چھوڑ آیا ہوں وہ جلدی جلدی آیا کہ لوگوں کے بیدار ہونے سے قبل اپنی تلوار لے آؤں۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھوں سے بستر کی صفائی فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ صرف اس قدر فرمایا کہ بھئی تم اپنی تلوار یہیں بھول گئے تھے۔ لے لو، اس حسن سلوک کو دیکھ کر وہ پکار اٹھا۔ اشہد ان لا الہ الااللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ [22]

غیر مسلموں کے سامنے تبلیغ دین کی بنیاد:

دعوت کے مخاطب اگر عیسائی وغیرہ ہوتے تو قرآن مجید کی آیات مبارکہ کہ "تم اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو" کی عملی مثال پیش فرماتے اور اس وقت کسی اخلاقی مسئلے پر بحث کرنے کی بجائے اقدار مشترک پر اکھٹا ہونے کی دعوت دیتے۔ مثلاً نجران سے عیسائی آیا تو انہیں دعوت دی گئی کہ:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ۝23

اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

اسی آیت کی تشریح ہرقل کو لکھے گئے خط سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسی آیت کا حوالہ دے کر اسے بھی اسلام اور عیسائیت کی مشترکہ تعلیمات ہی کی بنیاد پر دعوت اسلام دی کہ عیسائیت اور اسلام کے بنادی عقائد میں بنیادی طور پر اختلاف نہیں۔ اس لئے اسلام کوئی نئی چیز نہیں۔[24] ظہور احمد اظہر کہتے ہیں کہ یہی مضمون مقوقس عظیم قبط جریج بن مینا کے خط میں موجود ہے کسریٰ چونکہ مجوسی تھا اس لئے یہاں "اقدار مشترک" کا ذکر نہیں۔[25]

OPEN ACCESS

غرض آپ ﷺ کے خطوط جامع اور مختصر نویسی کا شاہکار دکائی دیتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جسے حضور ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کے پیغام کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ ہو، وہ ان مختصر خطوط سے آپ ﷺ سے تعارف بھی حاصل کر لیتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے خط کے مقصود و مطلوب کو سمجھ لیتا ہے کہیں سے ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ کسی مکتوب کے بارے میں کسی نے اس کے سمجھ نہ آنے اور اس کے اختصار میں ابہام کا اظہار کیا ہو بلکہ بعض خوش بختوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے اور دوسرے بد قسمتوں نے انکار کر دیا۔

تحمل و بردباری:

کفار کی ان کی کوششوں کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا جو اُسوہ حسنہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی نہایت جارحانہ پالیسی کے مقابلے میں اشتعال کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ نہایت تحمل سے انہیں قرآن مجید سنایا۔ اس سے ایک مبلغ کے لئے بھی یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ باطل سے دبنے، اس کی پیدا کردہ بے مقصد اشتعال انگیزیوں، پروپیگنڈہ، الزامات، اعتراضات اور اوچھے ہتھکنڈوں کی بحث میں پڑ کر اپنا وقت اور اپنی صلاحیتیں ضائع کرنے کی بجائے، ان کے سامنے اپنا منشور یعنی قرآن کا پیغام پیش کیا جائے۔ گویا کسی بھی صورت میں اپنے منشور اور نصب العین کو نگاہ سے دور نہ ہونے دیں۔

تبلیغی ذمہ داریاں:

اس بات کو سورۃ الاحزاب کے آغاز میں یوں بیان کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۝ 26

"اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آجانا، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ جو کچھ آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔"

نبی کریم ﷺ پورے درد دل کے ساتھ کفار کے سامنے پیغام حق پیش کرتے لیکن دوسری جانب سے ہمیشہ سرکشی، استہزاء، انکار اور بے مقصد بہانے سازیوں کا اظہار کیا جاتا۔ اس صورت حال میں حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک میں ایک مخصوص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ذکر کیا گیا: **وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝**[27] ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔ اس بات کو سورہ کہف میں یوں بیان کیا گیا: **فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝** 28 "پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟"

آپ ﷺ کی یہ کیفیت کسی دنیوی خواہش کی عدم تکمیل یا حصول اقتدار میں کامیابی حاصل نہ ہو سکنے کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے بھی انسانوں کی خیر خواہی کا جذبہ کار فرما تھا کہ یہ لوگ جہنم کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ دوسرے یہ آپ ﷺ کے اپنے نصب العین اور مشن سے وابستگی کی واضح دلیل ہے کہ نصب العین سچائی پر مبنی ہو تو پھر داعی کے اعصاب پر ہر لحہ اس نصب العین کا فروغ سوار رہے گا اور اس کی راہ میں رکاوٹیں داعی کو پریشان کرتی ہیں۔

ایسی صورت حال میں حضور اکرم ﷺ کی وساطت سے یہ اصولی راہنمائی دی گئی ہے (اس کی عملی شکل نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں دکھائی دیتی ہے) کہ داعی پریشان نہ ہو، حق و باطل کی کشمکش میں یہ مرحلہ اور یہ کیفیات آتی ہی رہتی ہیں اور باطل والے استہزاء اور انکار کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ داعی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے نصب العین کے حصول کے لئے یکسوئی سے چلتا رہے اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ ہدایات ارشاد فرمائیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ 29

ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

صبر کی تلقین:

قرآن پاک میں سُورۃ النحل ہے آپ ﷺ کو صبر کرنے کا کہا گیا جس سے صبر کی اہمیت واضح ہے کہ

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۝ 30

"آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے"۔

cc BY

قرآن پاک میں سُورۃ الحِجر ہے آپ ﷺ کو مشرکوں سے منہ پھیر لینے کا کہا گیا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۝31 "پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے "۔ قرآن پاک میں سُورۃ الاعراف ہے آپ ﷺ کو جاہلوں سے الگ ہو جانے کے لیے کہا گیا کہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۝32 اے پیغمبر ﷺ در گزر کو اپنا طریقہ بنالیں۔ اچھی بات کا حکم دیں اور جاہلوں سے الگ ہو جائیں۔

بے جا بحث و تمحیص سے گریز:

آپ ﷺ نے اپنی دعوت اصلاح کے دوران ہمیشہ بے جا بحث و تمحیص سے گریز کیا۔ مشرکین مکہ آپ ﷺ کو فضول بحثوں میں الجھاتے تا کہ آپ ﷺ اپنے دعوت اصلاح کے مشن سے ہٹ جائیں لیکن آپ ﷺ نے اپنا مشن یکسوئی سے جاری رکھا، نہ اسے پس پشت ڈالا، نہ اس سے رو گردانی کی، لوگوں کی باتوں کی زیادہ پرواہ نہ کی۔ لوگوں کے ساتھ ان کے برے رویہ کے باوجود آپ ﷺ عفوودر گزر کی پالیسی اپنائی اور بحث و تمحیص سے اجتناب کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے کئی ایک مثالیں ملتی ہیں کہ کفار مسلمانوں کے ساتھ خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس سے فضا بحث و تمحیص اور مجادلہ کی شکل اختیار کر جاتی اور یہی کفار کا مقصد بھی تھا کہ مسلمانوں کو ان کے دعوتی کام سے ہٹا کر اعتراضات اور پروپیگنڈہ کے جوابات میں الجھا دیا جائے۔ ایسی فضا میں آپ ﷺ کو حکم دیا کہ:

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا۝33

"اے پیغمبر ﷺ میرے بندوں سے فرما دیجئے کہ (جب کافروں سے بحث کریں) تو وہ بات کہیں جو اچھی ہے کیونکہ شیطان (سخت کلامی کرواکے) لوگوں کو لڑاتا ہے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ "

اعلیٰ کردار:

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے سامنے اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ بعثت سے قبل ہی صادق وامین کے لقب سے مشہور تھے۔ دعوت کے دوران کوئی شخص آپ ﷺ کے کردار پر انگلی نہ اٹھا سکا۔ قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے بھی آپ ﷺ کے کردار کی تعریف کی۔ کئی لوگ آپ ﷺ کے اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے۔ پس داعی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے کردار کو بلند رکھے۔

دعوت کے قرآنی اصول پر عمل:

نبی کریم ﷺ کی دعوت کی بنیاد سورۃ النحل کی مندرجہ ذیل آیت تھی:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۝34

آپ ﷺ انہیں اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیں حکمت، عمدہ نصیحت اور احسن طریقے سے بحث و تمحیص کے ذریعے۔

اس آیت میں دعوت و تبلیغ کے تین اصول بیان ہوئے ہیں: حکمت، عمدہ نصیحت اور اچھے طریقے سے بحث و تمحیص۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں اصولوں کو موقع و محل کے مطابق استعمال کیا۔

جامع گفتگو:

نبی کریم ﷺ کا انداز گفتگو نہایت جامع تھا۔ آپ ﷺ مختصر الفاظ میں جامع گفتگو کرتے تھے۔

"آپ ﷺ کے طرز تکلم کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو آغاز سے اختتام تک منہ بھر کر ہوتی۔ جامع الفاظ سے گفتگو فرماتے۔ "[35]

آپ ﷺ کے طرز تکلم میں الفاظ کم مگر معنوں سے بھرپور ہوتے۔ "الفاظ کم اور پر معنی ہوتے۔ آپ ﷺ کا کلام جدا جدا ہوتا یعنی ہر فقرہ دوسرے سے بالکل جدا اور واضح ہوتا۔ "[36] حضور اکرم ﷺ غیر ضروری طویل گفتگو سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے منقول ہے:" أُمِرْتُ أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ "37 "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں گفتگو میں اختصار کروں کیونکہ اختصار بہتر ہے۔ "اگر ضرورت محسوس کرتے تو کسی بات کو تین بار بھی دہراتے تا کہ مخاطب کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام کو حسب ضرورت تین مرتبہ دہراتے تا کہ سننے والے کو درست طور پر سمجھ آجائے۔ "[38] نبی اکرم ﷺ کے انداز تکلم کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا کہ یاد کرنے والے کو الفاظ یاد ہو جاتے۔ "[39] اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ "آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی کہ تم لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ایک مضمون دوسرے سے جدا جدا ہوتا تھا۔ پاس بیٹھے ہوئے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر سکتے تھے۔ "[40]

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے طرز تکلم میں ٹھہراؤ اور وقفہ ہوتا تھا سننے والے کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللهِ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُه كُلَّ مَنْ سَمِعَهُ "41 عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام وقفہ دار ہوتا۔ سننے والا ہر شخص سمجھ لیتا تھا۔ "

OPEN ACCESS
CC BY

برائی کا جواب اچھائی سے دینا:

حضور اکرم ﷺ کا اسلوب تبلیغ قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایات کے عین مطابق تھا۔ قرآن مجید ہمیں یہ اصول دیتا ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ 42 (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو نہایت احسن ہو۔ ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی، گویا کہ وہ تمھارا گرم جوش دوست ہو گیا۔

آپ ﷺ نے ہمیشہ یہی طریق کار اختیار فرمایا کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں۔ بلکہ احسان کی صورت میں دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ کے بتائے ہوئے نتائج کا سامنے آنا ایک واضح حقیقت تھی۔ آپ ﷺ کے اس طرز عمل نے دشمنوں کو بھی آپکا گرویدہ بنا دیا۔ یہ انداز اپنانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ فضا میں کھچاؤ پیدا نہیں ہوتا جو کہ دعوتی کام میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اِتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنتَ، وَ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا. وخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حُسَنٍ۔ تم ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ بُرائی کو نیکی سے مٹاؤ اور سب انسانوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے: "بلا شبہ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے ختم کرتا ہے۔ بلا شبہ نجاست کو نجاست سے مٹا کر پاکیزگی حاصل نہیں کی جا سکتی۔"[43] آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا تكونوا أمعة، تقولون أن أحسن الناس أحسنا، وإن ظلموا ظلمنا، ولكن وطنوا أنفسكم إن أحسن الناس أن تحسنوا، وإن أساءوا فلا تظلموا"[44]

"تم اپنے عمل کو لوگوں کے عمل کے تابع نہ بناؤ اور یوں نہ کہو کہ اگر وہ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے۔ اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں بلکہ اس طریق کار پر کار بند ہو جاؤ کہ لوگ اگر بھلائی کریں اور اگر وہ برائی کریں تو تب بھی تم بھلائی کرو۔"

تبلیغ میں مخاطبوں کا لحاظ رکھنا:

تبلیغ دین میں آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ مجھ ہی پر مہربان ہیں۔ آپ ﷺ لوگوں کے جذبات واحساسات اور عزت نفس کا ہر لمحہ خیال فرماتے اپنے خدمت گاروں کو یہ محسوس کرواتے کہ آپ ﷺ کے قلب انور میں ان کے لئے عزت وخلوص کے جذبات موجود ہیں اس طرز عمل نے حضور ﷺ کے پیروکاروں کو آپ ﷺ کا جانثار اور گرویدہ بنا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس برس تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ حضور ﷺ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا اور کبھی مجھے یوں نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟"[45]

اشاراتی اسلوب:

مخاطب کو اچھی طرح سمجھانے اور اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ بسا اوقات ہاتھ کے اشاروں سے مدد لیتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ صحابہ کے سامنے کچھ خطوط کھینچتے اور ان کے ذریعے اپنی بات کو واضح کرتے، کیونکہ آپ ﷺ ان کی نفسیات کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے انہوں نے ہر طریقہ اختیار کیا تاکہ مخاطبین کے ذہن آسانی سے ان تصورات کو قبول کر لیتے جو آپ ﷺ ان کو ذہن نشین کرانا چاہتے تھے یہ آپ ﷺ کا ایک اور نفسیاتی اور دعوتی اسلوب تھا۔ دیگر انبیائے علیہم السلام نے بھی اس اسلوب کو اپنایا۔

سراج الدین ندوی کے بقول "جب کوئی سمجھانے والا ہاتھ کے اشارے سے یا خطوط کی مدد سے اپنی بات سمجھاتا ہے تو وہ حاضرین کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے طرزِ تعلیم وتربیت میں اس بات کو ملحوظ رکھتے تھے کہ اگر کوئی اہم بات ہوتی یا صرف زبانی سمجھانا مشکل ہو تا تو آپ ﷺ ہاتھ کے اشارے سے اپنی بات کو اس طرح مخاطب کے ذہن میں اتارتے کہ بات مالہ وماعلیہ اس پر پوری طرح واضح ہو جاتی"۔[46]

ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ "حضور ﷺ نے دنیا کی بے ثباتی کو دو انگلیوں کے اشارے سے واضح کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے اور شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ذرا سے فرق سے دکھاتے اور فرماتے (کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے)۔"[47]

کتنے اچھے طریقے سے آپ ﷺ نے اس دنیا کی حقیقت بیان فرما دی۔ دو انگلیوں کے درمیان فرق ہی کتنا ہوتا ہے۔ اس مثال کو سن کر تو بڑے بڑے منکر بھی راہِ راست پر آ جاتے ہیں کتنا تھوڑا ہمارے پاس وقت ہے ہمیں دنیاوی مال واسباب اکٹھا کرنے کی بجائے آخرت کی فکر کرنی چاہیے جو کہ ابدی زندگی ہے۔

محمود الحسن عارف سیرۃ خیر الانام میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ دوران خطبہ اکثر اشاروں کا استعمال کرتے۔ جب تعجب کا اظہار فرماتے تو ہتھیلی کو الٹ کر اشارہ فرماتے۔ جب بیان فرماتے تو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصے سے ملاتے جب ناراض ہوتے تو رخ انور دوسری طرف پھیر لیتے۔ جب خاموشی کا اظہار فرماتے تو آنکھیں مبارکہ موندھ لیتے۔ آپ ﷺ کے ہنسنے کی حد ایک مسکراہٹ تھی۔ آپ ﷺ مسکراتے ہوئے یوں لگتے جیسے بادل کی ٹھنڈک ہو۔[48]

ان اشاروں سے صحابہ کرامؓ سمجھ جاتے کہ حضور ﷺ کو کونسا فعل برا لگا اور کونسا اچھا اور ہمیں اس کے بعد ایسا کام کرنا ہے یا نہیں کرنا۔

اعراض کا انداز واسلوب:

OPEN ACCESS
cc BY

نبی کریم ﷺ نے اعراض کا اسلوب بھی اختیار کیا کیونکہ قرآن مجید نے انسانوں کی اقسام کے لحاظ سے بعض لوگوں کے اہمیت دین کے بارے میں اعراض کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ النجم میں ان لوگوں کی تعریف بیان کی گئی ہے جن کے پیچھے داعی کو وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿49﴾

پس اے نبی! جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اسے کچھ مطلب نہیں ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ یعنی ان کے پیچھے نہ پڑو اور اسے سمجھانے پر بھی اپنا وقت ضائع نہ کرو، کیونکہ ایسا شخص کسی ایسی دعوت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا جس کی بنیاد خدا پرستی پر ہو جو دنیا کے مادی فائدوں سے بلند تر ہو کر مقاصد اور اقدار کی طرف بلاتی ہو اور جس میں اصل مطلب آخرت کی ابدی فلاح و کامران کو قرار دیا جا رہا ہے اس قسم کے مادہ پرست اور خدا بیزار انسان پر اپنی محنت صرف کرنے کی بجائے توجہ ان لوگوں کی طرف کرو جو خدا کا ذکر سننے کے لیے تیار ہوں اور دنیا پرستی کے مرض میں مبتلا نہ ہوں۔[50]

اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت کر دی ہے کہ یہ لوگ دنیا اور اس کے فوائد سے آگے نہ کچھ جانتے ہیں نہ سوچ سکتے ہیں اس لیے ان پر محنت صرف کرنا لا حاصل ہے اس کا نفسیاتی طریقہ یہی ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

سورۃ الانعام میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ﴿51﴾

"اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔"

تمثیلی اُسلوب:

رسول اللہ ﷺ کو اصلاحِ نفس، تزکیہ اخلاق اور تربیت میں کمال حاصل تھا۔ آپ ﷺ نفس انسان کی ایک ایک دھڑکن کو جانتے تھے اور اس کے مطابق انسان کی تربیت کرتے تھے۔ آپ ﷺ تمثیلات کا بخوبی استعمال فرماتے تھے۔ مثلاً قبیلہ بنو جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی مگر حج کیے بغیر فوت ہو گئی کیا میں اس کی طرف حج کر سکتی ہوں؟ نبی ﷺ نے ایک آسان مثال کے ذریعے سے اس عورت کو سمجھایا۔ **حجی عنها أرأیت لو کان علی أمک دین، أکنت قاضیة اقضوا لله فالله أحق بالوفاء**52

یعنی اس کی طرف سے حج کرو کیونکہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتی یا نہیں؟ پس اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔"

نماز کے اثرات سمجھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر کسی شخص کے گھر کے سامنے ایک صاف و شفاف نہر بہتی ہو جس میں وہ دن میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! ارشاد فرمایا کہ نماز بھی اسی طرح گناہوں کو دھو دیتی ہے جس طرح پانی میل کو۔[53]

آپ ﷺ نے مخاطب کے لیے اس مثال میں مواد بھی فراہم کیا کہ پانی سے ظاہری میل کچیل ختم ہوتی ہے اسی پر قیاس کر کے روحانی میل کچیل کے خاتمے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ نیز جب مخاطب کے ذہن میں بات پوری طرح بیٹھ گئی تو پھر نماز کی مثال دی۔ نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت کا ایک اور خوبصورت انداز اس حدیث مبارکہ سے جھلک رہا ہے۔ تمثیل کا انداز چونکہ ایک بات کو سمجھانے اور اس کی اہمیت بیان کرنے کے سلسلہ میں نہایت موزوں اور مفید ہے اس لیے نبی کریم ﷺ اس طریقے کو تربیت کرنے اور بات سمجھانے کے سلسلے میں استعمال فرماتے۔ اہل ایمان کے باہمی تعلق اور ربط کو سمجھانے کے لیے آپ ﷺ نے انسانی جسم کی مثال دی اور فرمایا: "حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا"۔

مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد إذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمّی54

جیسا کہ جسم کا حال ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ رسول مقبول ﷺ کی لوگوں کی نفسیات کے مطابق طریقہ تربیت بذریعہ امثال کا نمونہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں دعوت فکر و عمل دے رہی ہیں۔

نرمی کا انداز و اُسلوب:

نبی کریم ﷺ کی دعوت میں نرمی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ مخاطبین کے ساتھ نہایت نرم انداز اختیار فرماتے کیونکہ آپ ﷺ شیریں کلام تھے آپ ﷺ کی ہر بات نہایت واضح ہوتی نہ قلیل الکلام تھے نہ فضول الکلام۔ آپ ﷺ کا کلام معجزانہ انداز سے پروئے ہوئے موتیوں کی مانند تھا جو لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں جس کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی دعوت کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ ﷺ کی نرمی و ملاطفت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ 55

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ﷺ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ ﷺ سخت خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ ﷺ کے پاس سے چھٹ جاتے۔ آپ ﷺ کے انداز گفتگو کا کوئی عنوان باندھا جا سکتا ہے تو قرآن کے اس جملے سے کہ قولوا للناس حسنا۔56 لوگوں کو حسن تکلم سے خطاب کرو۔ آپ ﷺ کے انداز گفتگو میں محبت، نرمی، شیرینی ور عب کو ڈال دیا گیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے مخاطبین کی نفسیات:

نبی کریم ﷺ سب سے بڑے ماہر نفسیات تھے آپ ﷺ کے اندازِ تعلیم وتربیت کا مطالعہ کیا جائے تو تعلیمی نفسیات کے اس شعبہ کی اہمیت مزید عیاں ہوتی ہے: نبی کریم ﷺ نے ہر علاقے اور جغرافیائی احوال وآثار کے مطابق دعوت وتربیت کا کام سر انجام دیا مثلاً مکہ والوں کی دعوت وتربیت کا انداز ان کی نفسیاتی کیفیات اور علاقے کے مطابق تھا اور طائف گئے تو اور اسلوب اپنایا جب وفود کو دعوت دیتے تو ان کی نفسیات کے مطابق بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ کے موقع پر ان کے جغرافیائی حالات کے مطابق مدینہ گئے تو وہاں کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس کے علاوہ مختلف علاقوں کے سرداروں کو دعوت حق دیتے وقت ان کے علاقے کا ماحول، ذہنی استعداد اور مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے پیغام الٰہی پہنچایا۔ مکہ اور طائف کے لوگ بت پرست تھے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے ان حالات میں ان کی اس نفسیاتی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت وتربیت کی بیعت عقبہ اولٰی کے موقع پر جس طرح آنحضور ﷺ نے ان کو دعوتِ حق دی۔ اس کا تذکرہ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے کچھ اس طرح کیا ہے۔

> رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یعنی یہود کے حلیف؟ بولے ہاں! فرمایا پھر کیوں نہ آپ حضرات بیٹھیں کچھ بات چیت کی جائے وہ لوگ بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا بھئی دیکھو! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا حوالہ دے کر یہود تمہیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں لہٰذا یہود تم پر سبقت نہ لے جانے پائیں اس کے بعد انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ [57]

ہجرت کے بعد جب مدینہ پہنچے تو مدینہ میں دعوت کا انداز تبدیل ہو گیا تب تک دعوت کا ایک مرکز قائم ہو چکا تھا۔ تعمیری مہم کے سلسلے میں کارِ دعوت کا آگے بڑھانا درجہ اول کی اہمیت رکھتا تھا انفرادی دعوت کے علاوہ آپ ﷺ نے اجتماعی طور سے کام کا آغاز جس خطاب عام سے کیا وہ ان الفاظ پر مشتمل تھا۔

نعیم صدیقی محسنِ انسانیت ﷺ میں لکھتے ہیں کہ

> لوگو! اپنی جانوں کے لیے وقت پر کچھ کمائی کر لو، خوب جان لو خدا کی قسم، تم میں سے ہر ایک پر موت وارد ہو گی اور وہ اپنے گلّے کو اس حال میں چھوڑ کر رخصت ہو گا کہ کوئی اس کا چرواہا نہ رہے گا۔ پھر اسے اس پروردگار کی طرف سے ایسے عالم میں خطاب کیا جائے گا جبکہ بیچ میں کوئی ترجمان نہ ہو گا۔ کہا جائے گا کہ کیا تجھ تک میرا رسول نہیں پہنچا تھا، جس نے بات تجھ تک پہنچائی پھر کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا پس وہ دیکھے گا دائیں بائیں، لیکن کچھ نہ دکھائی دے گا۔ پھر سامنے کی طرف نگاہ ڈالے گا مگر بجز جہنم کے اور کچھ سامنے آئے گا نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے اور تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں وارد ہوں۔ [58]

نبی کریم ﷺ نے مختلف علاقوں میں خطوط ارسال فرمائے لیکن ان سب مکتوبات کا اسلوب اور اندازِ تخاطب جدا جدا ہے اور یہ علاقوں اور جغرافیائی احوال کے لحاظ سے ہے۔ ظہور احمد فصاحت نبوی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ

> آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ "کلمو الناس علی قدر عقولهم"۔ آپ ﷺ نے اس پر حرف بحرف عمل بھی فرمایا اسی لیے ان مکتوبات ورسائل میں بھی آپ ﷺ اپنے مخاطبین کے مرتبے اور مقام کے علاوہ ان کی ذہنی سطح اور نفسیاتی وقلبی میلان کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے دعوت دیتے ہیں آپ ﷺ شاہ مصر کو خطاب کرتے ہیں تو "عظیم القبط" کے الفاظ سے ابتداء کرتے ہیں۔ شہنشاہ روما سے مخاطب ہوتے ہیں تو اسے "عظیم الروم" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ کسریٰ ایران کو خط لکھتے ہیں تو اسے "عظیم الفارس" کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں مگر "اسلم تسلم" کا خطاب سبھی سے کرتے ہیں۔ اہل کتاب کے بادشاہوں کو کلمہ توحید پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں لیکن اہل کتاب کے بادشاہوں کے نام مکتوبات میں سخت اور زوردار انداز میں کفر وشرک کی وہ تحقیر جو مشرک اور آتش پرست بادشاہوں کے نام خطوط سے ملتی ہے سب سے نرم اور پر لطف لہجہ اس مکتوب کا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ کے نام ہے اس میں حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے مرتبہ کے علاوہ توحید کی دعوت دی گئی ہے جسے بادشاہ قبول کرتے ہوئے اسلام کا حلقہ بگوش بن جاتا ہے۔ [59]

محمد خلیل الخطیب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

وألقى الله تعالى عزوجل جلاله المحبة عليه وغشاه بالقبول واجتمعت فيه المهابة والحلاوة۔60

یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل جلالہ نے آپ ﷺ کے کلام میں محبت، قبولیت اور مہابت (رعب ودبدبہ) حلاوت (شیرینی) کا امتزاج ڈال دیا۔

OPEN ACCESS

جس معاشرہ میں آپ ﷺ نے آنکھ کھولی وہ اپنے سوا تمام دنیا کو عجمی کہتے تھے۔ اس معاشرہ کے افراد اپنی خطابت پر فخر کرتے تھے۔ آپ ﷺ داعی انقلاب تھے اور خطابت میں بلا کی تاثیر تھی۔ آپ ﷺ کامل و اکمل تھے۔ بڑے بڑے خطیب بھی آپ ﷺ کے سامنے جھک جاتے تھے۔ آپ ﷺ فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ لوگوں کی نفسیات کے مطابق ڈیل کرنا جانتے تھے۔ پروفیسر امتیاز احمد سعید آپ ﷺ کی فصاحت وبلاغت / خطیبانہ کمال کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> آنحضور ﷺ جس ماحول میں مبعوث ہوئے وہ ایک ایسا معاشرہ تھا جس کے افراد اپنی زبان، خطابت اور زورِ بیان پر فخر کرتے تھے انہیں اپنی فصاحت وبلاغت پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے سوا تمام دنیا کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے، لہٰذا انہیں وعظ و نصیحت اور ہدایت و تلقین کے لیے ایسے پیرائے کی ضرورت تھی جو معنوی حیثیت کے علاوہ فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی بے نظیر ہو تاکہ اسکی شیرینی وحلاوت دوست کو دشمن اور عالم وجاہل سب کو یکساں متاثر کرے اس لیے آنحضور ﷺ جو داعی انقلاب تھے خطابت کے جوہر سے کاملاً متصف تھے آپ ﷺ کے خطبات میں بلا کی تاثیر تھی وحی ربانی اور دانش نبوی ﷺ نے اسے بے حد موثر بنا دیا تھا اور اس وقت کے بڑے بڑے خطباء، مقررین آپ ﷺ کی حیثیت کو مان چکے تھے اور سر تسلیم خم کر چکے تھے۔ [61]

آپ ﷺ انداز سادگی، اختصار، جامعیت، تکلف وتصنع سے مبرا، مدلل بیان، نہایت دلنشیں، انداز تکلم، صحت بیاں، لحاظ ضرورت، استفہامی اسلوب، جوشِ بیاں، رفعت صوتی، وضاحت بیانی، مخاطب کے لب ولہجہ، زبان کا لحاظ اور مخاطب کی نفسیات کے لحاظ کے لحاظ میں اپنی مثال آپ تھے۔

> ماہنامہ ترجمان القرآن کے مطابق "حضور اکرم ﷺ کے تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی گفتگو نہایت دلنشیں اور موثر ہوا کرتی تھی مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے بہت سے مخاطبین آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ مبادا آپ ﷺ کا کلام کانوں سے ہوتا ہوا دل میں نہ اتر جائے۔" [62]

> محمد طفیل کے بقول "آپ ﷺ کی زبان مبارک میں شیرینی تھی آپ ﷺ ہر بات واضح بیان فرماتے نہ قلیل الکلام تھے اور نہ کثیر الکلام۔ آپ ﷺ کی گفتگو گویا "موتی" تھے جو بڑی عمدگی سے لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں آپ ﷺ کی آواز بلند تھی اور اس میں نغمگی پائی جاتی تھی"۔ [63] جاحظ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> "نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو میں ہمیشہ ایسا اسلوب اپنایا کہ لوگوں پر گراں نہ گزرے۔ انداز میں تصنع اور بناوٹ نہ ہوتی۔ بات پھیلانے کے وقت پھیلاتے اور اختصار کے وقت مختصر فرماتے یعنی موقع ومحل کی مناسبت سے بات فرماتے۔ آپ ﷺ نے گلہ پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے والوں سے کنارہ کشی فرمائی۔ انوکھے اور نامانوس الفاظ سے اجتناب فرماتے۔ آپ ﷺ کے کلام میں ہیبت کے ساتھ شیرینی وحلاوت اور حسن افہام کے ساتھ قلت کلمات یکجا دیکھائی دیتے ہیں۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا کلام نہیں سنا جو اس قدر زیادہ منفعت بخش، لفظی اعتبار سے اس قدر معتدل، توازن میں اس قدر کامل اور روش کے اعتبار سے اس قدر حسین وجمیل، مقاصد کے اعتبار سے اس قدر محترم، اثر میں اس قدر خوبصورت ادائیگی میں اس قدر آسان، اور معنی کو اس قدر کھول کر بیان کرتا ہو۔" [64]

پس نبی کریم ﷺ نے اپنے مخاطبین کی نفسیاتی کیفیات اور علاقائی وجغرافیائی احوال وآثار کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت وتربیت کا کام بڑے احسن طریقے سے انجام دیا۔

نتیجہ البحث:

اس تحقیق کا مقصد حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی میں نرمی اور سختی کے اسالیب کے توازن کا تجزیہ کرنا تھا۔ اس مطالعے نے یہ ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی رہنمائی اور اصلاحی اسالیب میں نرمی اور سختی دونوں کا استعمال کیا، لیکن ان کا استعمال حالات کے مطابق اور ضرورت کے مطابق تھا۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں، آپ ﷺ کی رہنمائی میں یہ توازن ایک حکمت عملی تھی جس کے ذریعے آپ نے فرد اور معاشرے کی اصلاح کی، اور ہر سطح پر اخلاقی، روحانی اور معاشرتی ترقی کو ممکن بنایا۔ تحقیق کے دوران یہ معلوم ہوا کہ نرمی (حلم، رحمت، نرم دلی) کا استعمال زیادہ تر اس وقت کیا گیا جب انسانوں کی اصلاح کے لیے محبت اور سمجھ بوجھ کی ضرورت تھی، جبکہ سختی (عزم، اصلاحی سختی، قانونی فیصلے) اس وقت اختیار کی گئی جب اصولوں کی پامالی یا نظم وضبط کے فقدان کا سامنا تھا۔ دونوں اسالیب کے استعمال سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیغام کو مؤثر بنانے کے لیے ان دونوں خصوصیات کا استعمال کیا، اور ان کے درمیان ایک بہترین توازن قائم کیا۔

اس تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا نرمی اور سختی کے اس توازن کا اثر نہ صرف آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تھا، بلکہ اس کا دور رس اثر اسلامی حکمت، حکومت، اور معاشرتی تعلقات پر بھی پڑا۔ آپ ﷺ کی رہنمائی میں اس توازن کی بدولت اسلامی معاشرت میں برابری، عدل، اور انصاف کے اصول مضبوط ہوئے، اور یہ توازن آج کے معاشرتی، اخلاقی اور قیادی مسائل کے حل کے لیے ایک جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آخر کار، اس تحقیق نے اس بات پر زور دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کا یہ توازن نہ صرف دینی، بلکہ عصری حالات میں بھی رہنمائی کے اہم اصول کے طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے۔ قیادت، تعلیم، سماجی اصلاحات، اور دعوت جیسے میدانوں میں اس توازن کا اطلاق کر کے ہم موجودہ معاشرتی اور اخلاقی مسائل کو بہتر طریقے سے حل کر سکتے ہیں۔ اس تحقیق نے یہ واضح کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی میں نرمی اور سختی کا توازن ایک نہایت اہم اصول ہے، جو نہ صرف اس وقت کی ضروریات کو پورا کرتا تھا بلکہ آج بھی ایک مثالی رہنمائی کی صورت میں موجود ہے۔

حوالہ جات

OPEN ACCESS
CC BY

1مشکوۃ شریف،جلد چہارم، باب: نرمی، مہربانی، حیاء اور حسن خلق کا بیان، حدیث نمبر 997 مکررات 0 متفق علیہ 0
2بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ الجامع الصحیح،مکتبہ تعمیر انسانیت،لاہور،کتاب الایمان،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ،ص:۹۰
3امام نسائی، سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ، الخمس، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ۱/۲، مترجم وحید الزمان
4 محمد منیر، سیرۃ امام الانبیاءﷺ،مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ،اپریل۲۰۰٤،ص۲٦۹
5عبدالحنان زاہد، ادب الحوار، ماہنامہ محدث، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور، ج۲۷،شمارہ۹، ص٥٤، ستمبر۲۰۰٥ء
6امام احمدبن حنبل، مسند احمد، داراحیاءالتراث العربی، بیروت لبنان ،۱۹۹۱ء، ح۱۱۳۳۳
7ادب الحوار،ماہنامہ محدث،٦۷
8مسند امام احمد بن حنبل، ح۲۱۷۰۸
9القرآن، النساء، ٤:۷۷
10القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۲۱
11جاحظ البیان والتبیین جلد اول صفحہ:۹٤
12القرآن، البقرۃ، ۲:۲٥٦
13القرآن، النحل،۱٦:۱۲٦،۱۲۷،۱۲۸
14بحوالہ حمید اللہ ڈاکٹر خطبات بہاولپور صفحہ ٤۱۲
15 با قلائی اعجازُ القرآن، ص۱۱۳
16بحوالہ ظہور احمد اظہر ڈاکٹر فصاحت نبوی صفحہ ۸٦
17ابن الاثیر الکامل التاریخ جلد دوم صفحہ ۲٤
18ابن الاثیر الکامل التاریخ جلد دوم صفحہ ۲٤
19القرآن، آل عمران، ۳:۱٥۹
20القرآن، التوبہ، ۹:۱۲۸
21القرآن، یونس، ۱۰:۱٦
22بحوالہ حمید اللہ ڈاکٹر خطبا ت بہاولپور، صفحہ:٤۱۱
23القرآن، آل عمران، ۳:٦٤
24بخاری امام الجامع الصحیح جلد اول صفحہ:٥
25بحوالہ ظہور احمد اظہر ڈا کٹر فصاحت نبوی صفحہ۳۲۰
26القرآن، الاحزاب، ۳۳:۱
27القرآن، الحجر، ۱٥:۹۷
28القرآن، الکھف، ۱۸:۲
29القرآن، الحجر، ۱٥:۹۷،۹۸،۹۹
30القرآن، النحل، ۱٦:۱۲۷،۱۲۸
31القرآن، الحجر، ۱٥:۹٤
32القرآن، الاعراف، ۷:۱۹۹
33القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷:٥۳
34القرآن، النحل: ۱۲٥
35ترمذی محمد بن عیسیٰ امام شمائل ترمذی، صفحہ ۲۱۰
36ترمذی محمد بن عیسیٰ امام شمائل ترمذی، صفحہ۲۱۱
37ابوداؤد، کتاب الادب باب ماجاء فی التشدق فی الکلام، حدیث:۱٥٥۸
38ترمذی شمائل ترمذی صفحہ ۲۰۹
39غزالی امام احیاء علوم الدین، جلد دوم، صفحہ:۲۷٤
40ترمذی محمد بن عیسیٰ امام شمائل ترمذی صفحہ۲۰۹
41ابوداؤد، کتاب الادب،باب الھدی فی الکلام، حدیث:٤۸۳۹
42القران، فصلت، ٤۱:۳٤
43احمد بن حنبل مسند، باب ما جا ء فی الال حسان، ۶۴
44احمد بن حنبل مسند، باب ما جا ء فی الال حسان، ۶۵
45ترمذی شمائل ترمذی، صفحہ:۳۲۱
46رسولِ خدا کا طریقِ تربیت،ص٤٦
47ابن قیمؒ زاد المعاد،نفیس اکیڈمی،کراچی،۱۹۹۹ء،۱/۹۲،مترجم،رئیس احمد جعفری
48محمود الحسن عارف، سیرۃ خیر الانام، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور،۱۹۹۹ء،۳۲٤
49القرآن،النجم، ٥۳:۲۹
50تفہیم القرآن،۵/۲۱۰
51القرآن، الانعام، ۶:۷۰

CC BY

52بخاری،کتاب العمره،باب الحج والنذر عن لیت،ج۱،ص۲٤۹
53امام نسائی،کتاب الصلوٰۃ،باب فضل الصلوٰۃ الخمس،نعمانی کتب خانہ،لاہور،۱۹۹۰ء،۱/٥٤،مترجم،وحید الزمان
54مسلم بن الحجاج، امام، باب تراحم المومنین تعاطفهم، دار احیاء التراث العربی بیروت (لبنان)، ص ۱۱۰۳، ح 2586
55القرآن، آل عمران، ۱٥۹:۳
56القرآن، البقرة، ۸۳:۲
57الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ لاہور، ص۱۹٥
58نعیم صدیقی، محسنِ انسانیتؐ، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص۲۲۳، ستمبر ۲۰۰۱ء
59ظہور احمد، فصاحت نبویؐ، اسلامک پبلی کیشنز، لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۳ء،ص۳۱٤،۳۱٥
60محمد خلیل خطیب، خطب المصطفٰی ﷺ، تہران، ص ۷
61خطباتِ رسول، ص:۱٥
62ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ۱۹۹٤ء، ص:۲۸
63محمد طفیل، نقوشِ رسولﷺ، ادارہ فروغ اردو، لاہور، جنوری۱۹۸٤ء، ج:۸، ص:۳٤۱
64جاحظ البیان والتبیین، جلد چہارم، صفحہ:۳۳

cc BY